''گرنتھ'' کی تدوین کی۔گرنتھ میں اپنی تحریروں کے علاوہ سابقہ گوروصاحبان کے کلام کو بھی شامل کیا۔گرونانک اوراس سے پہلے کے ہندوجوگیوں اورمسلمان صوفیاء کا کلام بھی اقتباسات میں شامل کیا۔گرنتھ کی تدوین چھے سال بعد (۱۶۰۴ء میں) مکمل ہوئی۔

(۶) گروہرگوند: یہ گرورجن کا بیٹا تھا۔انہوں نے سکھوں کو فوجی انداز میں منظم کیا۔۳۹ سال تک گدی نشین رہا۔۱۶۰۶ء سے ۱۶۴۵ء تک سکھ مت کی لگام ان کے ہاتھ میں رہی۔

(۷) گوروہررائے: گوروہرگوند کا پوتا تھا،خاموش طبع تھا۔شہزادہ داراشکوہ کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے۔مشکل وقت میں داراشکوہ کی مدداورتعاون کے سبب مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زیرعتاب رہا۔۱۶۶۴ء میں وفات پائی۔

(۸) گوروہرکشن: مشہور ہے کہ ان کے بھائی نے اورنگ زیب کے دربار میں ان کو چیلنج دیا۔اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا۔

(۹) تیغ بہادرولدگروہرگوندے: بڑے لڑائی جھگڑے کے بعد گوروتسلیم کرلیا گیا۔اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے خودساختہ گرومنظرعام پرآئے،جس سے سکھوں کے کئی جتھے بن گئے۔

(۱۰) تیغ بہادرکا بیٹا گوندرائے ابھی نوسال کا بچہ تھا کہ گوروکا گدی نشین بن گیا۔سکھوں کواس کے دور میں تقویت ملی۔اس نے سکھ ازم پر قابل قدر کام کیا۔گوروگوندرائے نے ہندوانہ اوراسلامی علوم بھی کافی حاصل کیے۔مغلیہ حکومت کی مخالفت کی وجہ سے کچھ عرصہ جنگلوں میں گزارنا پڑا۔گوندرائے کے دور میں سکھوں کی افرادی قوت کے لیے پاہل کی رسم متعارف کرائی۔یکسانیت قائم کرنے کے لئے پانچ ککوں (''ک'' سے شروع ہونے والے پانچ لوازمات) کنگھا،کیس،کچھا،کڑااورکرپان کو لازمی قراردیا۔اپنے نام کے ساتھ سنگھ کا اضافہ کرکے گوبندسنگھ رکھ دیا تاکہ ذات پات کی لعنت ختم ہوجائے۔سکھوں کے نام کے ساتھ سنگھ یعنی''شیر'' کا اضافہ بھی گوروگوندرائے کے دور میں ہوا۔اس نے سکھوں کو''خالصہ'' کے نام سے آزادریاست کا تصوردیا۔۱۷۰۸ء میں وفات پائی۔

گولڈن ٹمپل: چوتھے گورورام داس کے بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے ساتھ بہترین مراسم تھے،وہ اکبر کا گہرامداح تھا۔اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۷ء میں پانچ سوبیگھے زمین جاگیرعطا کی،جہاں''مقدس تالاب'' کی تعمیرشروع کی گئی۔اوربعد میں''امرتسر'' کے نام سے مشہورہوا۔تالاب کی تکمیل پانچویں گروارجن کے ہاتھوں ہوئی۔ارجن نے اس تالاب کے بیچوں بیچ''ہرمندر'' کی بنیاد رکھی اوراسے سکھوں کے عبادت خانے کے لیے وقف کردیا۔ارجن نے اعلان کیا کہ اس تالاب میں''اشنان'' کرنے والے تمام گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں۔یہ تالاب اورعبادت گاہ''دربارصاحب امرتسر'' کے نام سے سکھوں کا روحانی مرکز بن گئے ہیں۔اسے یورپی مصنفین''گولڈن ٹمپل آف امرتسر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تعلیم انسان کا زیور

مقاصد تعلیم (Objectives of Education)

محمد ابراہیم جانی
قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی گلگت

''علم''، ''تعلیم'' اور '' مقاصد'' اس موضوع کی اکائیاں ہیں، جن کی وضاحت سے مسئلے کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

علم:(Knowledge)

علم کے معنی **جاننا**، **پتہ رکھنا** اور **معلومات رکھنا** وغیرہ کے ہیں۔ایک ماہر تعلیم نے علم کی تعریف اس طرح کی ہے:
(The process of learning is called knowledge.) یعنی جو کچھ بھی ہم روزمرہ زندگی میں سیکھتے ہیں' اسے **علم** کہتے ہیں۔یعنی ماحول سے اچھی عادتیں سیکھے یا بری،سب کو ''علم'' کہا جائے گا۔

تعلیم:(Education)

لفظ''ایجوکیشن'' دو لاطینی الفاظ Ed اور Ducer سے نکلا ہے، جن کے معنی بالترتیب آبیاری کرنے، پیاس بجھانے اور رہنمائی کرنے کے ہیں۔اس طرح لفظ''ایجوکیشن'' کے لفظی معنی سے ہم یہ مراد لے سکتے ہیں کہ ایک درخت سوکھ رہا ہے،اس کو پانی کی اشد ضرورت ہے، جب اسے پانی ملتا ہے تو وہ دوبارہ پھلنے پھولنے لگتا ہے۔یہاں پانی کو تعلیم سے اور درخت کو انسان سے تشبیہ دی گئی ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب بندے کو تعلیم ملتی ہے تو وہ اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو منظر عام پر لاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی میں رکھی ہوتی ہیں۔اس حوالے سے امام غزالیؒ نے بہت خوبصورت بات کہی ہے:

''ہر تندرست انسان فطری طور پر علم کی طلب پر مجبور ہے، علم دل کی غذا ہے اور دل کی زندگی علم ہی کی بدولت ہے۔جب علم کی طلب ختم ہوجاتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ دل بیمار ہے۔''

مقاصد: دنیا میں ہر کام کے پیچھے کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور حاصل ہوتا ہے۔یہی اس کا ''مقصد'' ہوتا ہے۔☆

☆ ''مقصد'' کو ''نتیجہ'' کے مترادف قرار دینا محل نظر ہے۔مضمون نگار کی بیان کردہ مثال سے بھی فرق ثابت ہوتا ہے۔دراصل جب جدوجہد کامیاب ہوتی ہے تو مقصد کے مطابق نتیجہ حاصل ہوتا ہے' اور جب کوشش ناکامی سے دوچار ہوتی ہے تو نتیجہ ''مقصد'' سے مختلف ہوتا ہے۔لہٰذا مقصد جیسے آسان لفظ کی تشریح کرنا ضروری ہو تو ''غرض وغایت'' یا ''نصب العین'' جیسا لفظ لانا چاہیے۔ (عبدالوھاب خان)

مقصد کو لیے بغیر کوئی بھی کسی منزل کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ جیسا کہ مسلمانان ہند نے پاکستان حاصل کرنے کا ایک مقصد طے کرلیا کہ ایک ایسا ملک حاصل کیا جائے جہاں مسلمان اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گزار سکیں۔ اب پاکستان تو ان نیک نیت بزرگوں کی مخلصانہ کوششوں اور دعاؤں کی بدولت بن گیا، مگر بدقسمتی سے ہم اس کے ''مقصد'' کو بھول چکے ہیں، جس کی وجہ سے قوم آج تک ذلیل وخوار ہو رہی ہے۔

فرض کریں کہ ہماری منزل لاہور ہے۔ اب اگر ہم لاہور کا راستہ پکڑنے کے بجائے چھور بٹ جانے لگیں تو ہم کبھی لاہور نہیں پہنچیں گے، راستے میں ہی گم ہو جائیں گے۔

آج پوری امت مسلمہ کچھ ایسی لاہور اور چھور بٹ والے کشمکش کی شکار ہے۔ ہماری منزل اور ہمارا مقصد کچھ اور تھا جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، لیکن ہم نے قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال رکھا ہے، ہم نے اپنا مقصد اور اپنی منزل تبدیل کرلی ہے۔ ہماری منزل اور ہمارا مقصد تو جنت کا داخلہ لینا تھا، قوم دوزخ کے راستے پر رواں دواں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: قرآن وحدیث، اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔'' ☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم یہود ونصاریٰ سے دوستی مت کرو'' ☆☆ آج کل ہمارے اوپر مسلط قائدین امریکہ وبرطانیہ کی (منافقانہ) دوستی پر پھولے نہیں سماتے، جبکہ وہ ہمارے دشمن کی ہر طرح خدمت بجا لا رہا ہے۔

مقاصد کی بہت بڑی اہمیت ہے، بے مقصد کسی کام میں بھی مزا اور چاشنی نہیں رہتی۔ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس کے مقاصد بھی مدنظر رکھنے چاہیں تاکہ محنت رائیگاں نہ ہو۔

تعلیمی میدان میں بھی ''مقاصد'' یعنی Objectives کی بڑی اہمیت ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح ہمارے ملک میں بھی ''تعلیم کے مقاصد'' مقرر کیے جاتے ہیں۔ شروع ہی سے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا مقصد تعلیم ''اسلامی افکار وروایات کا فروغ'' رہا ہے اور ماہرین تعلیم نے جو نظام تعلیم پیش کیے ہیں وہ بھی ''کسی حد تک'' اسلامی طرز کے ہیں۔ ملکی آئین کے مطابق حاکمیت اعلیٰ اللہ پاک کے لیے ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بار بار برے حکمران آتے ہیں۔ کبھی جمہوریت آتی ہے، تو کبھی نیم مارشل لاء، فت اسلحے کے بل پر ''اصلی وبنیادی جمہوریت'' تسلیم کرایا جاتا ہے۔ اس حکومتی تبدیلی نے نظام تعلیم کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

☆ ''ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله''

[موطأ کتاب الجامع باب النهی عن القول بالقدر ج:۱۶۱۹ ص:۵۰۲]

☆☆ ﴿یٰایها الذین امنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیآء﴾ [سورة المائدة: ۵۱]

حکومت کی تبدیلی کے ساتھ تعلیمی نظام بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ وزیر تعلیم بے چارہ خود بھی کسی کافر ملک کا پڑھا ہوا ہوتا ہے، اس طرح وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں۔ اس لیے ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی ”مقصد“ فیل ہو رہا ہے۔ آج کی فاسقانہ روشن خیالی کے دور میں تو نوبت یہ آئی ہے کہ ہمارے اسلامی وطن کے نصاب تعلیم سے قرآنی آیات اور احادیث کو بھی خارج کیا جا رہا ہے۔

ہمارے ملک کے ماہرین تعلیم کو چاہیے کہ وکلاء حضرات کی طرح سڑکوں پر نکلیں اور تعلیم کے اصل مقصد کو بحال کرائیں۔ نہیں تو ایک دن ایسا آئے گا کہ ہمارا نظام تعلیم انگریزوں کی تقلید و نقالی میں انسانیت اور اخلاقیات سے بالکل عاری ہو جائے گا۔

مغربی نظام تعلیم کا یہی مقصد لارڈ میکالے نے 3 فروری 1835ء کو بیان کیا تھا: ”ہمیں ایسی نسل تیار کرنا ہے جو ہمارے افکار و نظریات کی ترجمان ہو۔ رنگ و نسل کے اعتبار سے بے شک ہندوستانی ہو لیکن فکر و نظر اور کردار کے اعتبار سے خالص انگریز ہو۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے حکمران دیں جو ہمارا نظام تعلیم رب کے قرآن اور پیارے نبی ﷺ کے فرمان کی روشنی میں ترتیب دیں۔ ہمارے حکمرانوں کو ”تعلیم کے مقاصد“ سمجھنے کی صلاحیت اور انہیں حاصل کرنے کی سمجھ بوجھ عطا فرما۔ (آمین)

اسلامی تصورات کی روشنی میں مقاصد تعلیم کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ معرفت الٰہی:

تمام کون و مکان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ فرد کے ایمان و عقائد میں پختگی پیدا کر کے اسے معرفت الٰہی کے حصول کے قابل بنانا ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد ”معرفت الٰہی کا حصول ہے۔“ ﴿فاعلم أنه لا إله إلا الله﴾ (محمد:۱۹)

۲۔ معاشرتی اصلاح:

تعلیم کا ایک اہم مقصد یہ ہونا چاہیے جو معرفت الٰہی کا ثمرہ بھی ہے کہ وہ آدمی کو اس قابل بنائے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھی اصلاح کرے۔ شاہ ولی اللہ، امام غزالی، علامہ اقبالؒ اور دوسرے مفکرین کے دور میں جتنی بھی معاشرتی اصلاح ہوئی تھی، وہ کسی ڈنڈے کے ذریعے نہیں، بلکہ ”علم“ کے ذریعے ہوئی تھی۔

۳۔ شخصیت کی نشو و نما:

تعلیم کا ایک ٹھوس مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ فرد کی شخصیت کے ذہنی، اخلاقی، روحانی اور جذباتی پہلوؤں کی نشو و نما کرے اور فرد کی پوشیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر اسے اللہ کا مطلوب اور معاشرے کا محبوب بنائے۔ فرد میں یہ شعور بیدار کرے کہ اپنے اللہ کے مقرر کردہ معاشرتی حقوق و فرائض سے بھی آگاہ ہو جن کی ادائیگی کے ذریعے وہ معاشرے کا بہترین رکن بن سکے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات کی حفاظت: